حضرت سلیمانؑ کی دعا میں الٰہی انعامات پر اظہار تشکر

آئندہ نسلوں کو خلیفہ وقت کے خطبات سے جوڑ دیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ رمئی ۱۹۹۱ء بمقام بیت الناصر۔ پیرا ماریبو (سرینام))

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

گزشتہ چند جمعوں سے قرآن کریم میں مذکور دعاؤں کا بیان چل رہا ہے اور میں جماعت کو اس طرف متوجہ کر رہا ہوں کہ سورۂ فاتحہ میں جب ہم یہ دعا مانگتے ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تو وہ رستہ جو نیک لوگوں کا رستہ ہے، وہ رستہ جس پر وہ لوگ چلے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اس رستے کی مشکلات پر قابو پانے کے لئے اس رستے کے خطرات سے بچنے کے لئے اور اس رستے پر چلتے ہوئے خدا کی رضا پانے کے لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ وہ دعائیں زندگی بھر مانگتے رہیں جو دعائیں خدا کے وہ پاک بندے مانگا کرتے تھے جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ انعام یافتہ لوگ تھے۔ اللہ نے ان پر انعام فرمائے تو جن کا رستہ مانگا ہے ان کی ادائیں بھی تو لینی پڑیں گی ان کے طریق بھی تو اختیار کرنے پڑیں گے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ہم رستہ انعام والوں کا مانگیں اور ادائیں الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی اختیار کرلیں۔ اس لئے سب سے اہم بات جو منعم علیہ گروہ یعنی انعام یافتہ لوگوں کی ہمیں نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ دعا کے سہارے گزرتا تھا۔ ہر مشکل کے وقت، ہر آسانی کے وقت، ہر خوشی اور ہر غم میں وہ خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔

یہ سفر جو میں نے للہ اختیار کیا اس سے پہلے میں نے بھی وہ دعائیں کیں جو سفر کے موقعہ کے مناسب حال قرآن کریم میں مذکور ہیں۔آج میں آپ سے سرینام کے دارالخلافہ پیرامار یبو (Paramarib) میں مخاطب ہوں اور بعض باتیں آپ کو دوبارہ سمجھانی پڑ رہی ہیں جو اس سے پہلے میں بیان کر چکا ہوں کیونکہ آپ ایک ایسی جماعت ہیں جن کو پوری طرح اردو نہیں آتی اگر چہ آہستہ سمجھا کر بات کروں تو اردو سمجھتے ہیں۔بعض آپ میں سے اچھی بھی جانتے ہیں۔بعض ذرا کمزور جانتے ہیں اس لئے میں یہ وضاحت کر رہا ہوں کہ یہ خطبہ جب باہر جائے گا اور دنیا کی اکثر جماعتوں میں پہنچتا ہے تو وہ متعجب ہوں گے کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔میں کیوں بار بار وہ باتیں سمجھا رہا ہوں جو وہ سمجھ چکے ہیں۔تو ان کو علم ہونا چاہئے کہ میں اس وقت یہ خطبہ سرینام کے دارالخلافہ پیرامار یبو (Paramarib) سے دے رہا ہوں اور وہاں کی جماعت اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہے ان میں بچے بھی ہیں، بڑے بھی ہیں اور پردے کے پیچھے خواتین بھی ہیں اور ان کو ان کے فہم اور طاقت کے مطابق بات سمجھا کر آگے چلنا ہوگا تو پس منظر میں نے دوبارہ بتا دیا کہ ہم روزانہ ہر نماز میں انعام یافتہ لوگوں کا رستہ سورۂ فاتحہ کی ہر دعا میں مانگتے ہیں اور دن رات خدا سے یہ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! ہمیں انعام یافتہ لوگوں کا رستہ دکھا، ان کا رستہ دکھا جن پر تو نے انعام فرمایا۔ان کے رستے سے بچا جن لوگوں کے رستے پر تیرا غضب نازل ہوا تو پھر ہمیں انعام یافتہ لوگوں کی ادائیں لازماً اختیار کرنی ہوں گی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جو دعائیں وہ کیا کرتے تھے ایسی دعائیں جو خدا نے قبول فرمالیں۔ایسی دعائیں جو خدا تعالیٰ کو پیاری لگیں اور اتنی پیاری لگیں کہ اپنے سب سے پیارے رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو وہ دعائیں الہاماً بتائیں اور وہ دعائیں بھی قرآن کریم میں محفوظ کیں جو خود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو پہلی بار سکھائی گئیں اور اس سے پہلے دوسرے انبیاء کو بعض ایسی دعائیں تھیں جو نہیں سکھائی گئیں تو یہ سارا ہمارا خزانہ ہے اس خزانے سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہئے۔اب میں حضرت سلیمانؑ کی ایک دعا آپ کے سامنے رکھتا ہوں ۔ یہ دعا سورۃ النمل آیت ۲۰ سے لی گئی ہے۔آپ عرض کرتے ہیں:

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ

کہ اے میرے رب ! اَوْزِعْنِيْٓ مجھے توفیق عطا فرما۔ مجھے اس بات کی طاقت بخش اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرسکوں۔

یہ سادہ سی دعا ہے اس کا پہلا حصہ یہ ہے کہ مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرسکوں۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ ہم تو ہر چھوٹی سی نعمت ہو یا بڑی نعمت ہو اس پر شکریہ کہہ کر سمجھتے ہیں کہ حق ادا ہو گیا تو پھر حضرت سلیمانؑ کو کیا ضرورت تھی کہ خدا سے شکریے کا طریقہ بھی مانگیں اور توفیق بھی مانگیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ شکریہ ادا کرنا صرف زبان سے شکریہ ادا کرنا نہیں ہوا کرتا کوئی شخص آپ پر اتنا بڑا احسان کرے۔ آپ کا کام کرنے کے لئے اتنی مشکل اٹھائے۔ کوئی شخص ڈوب رہا ہے اس کی جان بچانے کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈالے اور دریا میں چھلانگ لگا دے اور بڑی مشکل سے ہاتھ پاؤں مار کے خود ڈوبتے ابھرتے اس شخص کی جان بچالے اور وہ باہر آ کے کہہ دے شکریہ! تو کیا شکریہ ادا ہو جائے گا؟ یہ سوال ہے۔ اس لئے یہ دعا ہمیں سکھا رہی ہے کہ تم یہ بیوقوفی نہ کیا کرو کہ زبانی خدا کو کہہ دیا اچھا شکریہ! بہت آپ نے احسان فرمایا بس کافی ہوگئی۔ شکریہ اگر ادا کرنا ہے تو خدا سے اس کی توفیق مانگو توفیق اس چیز کی مانگی جاتی ہے جو مشکل ہو۔ جس کے لئے جان کو جوکھوں میں ڈالنا پڑتا ہو۔ پس انبیاء چونکہ شکریہ کا حق ادا کرنا چاہتے تھے، ہر چند کہ اللہ کے شکریہ کا حق ادا نہیں ہوسکتا اور غالب والی بات ہی درست ہے کہ:

؎ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا (دیوان غالب صفحہ:۶۵)

کہ ہم خدا کو زیادہ سے زیادہ جو چیز پیش کر سکتے ہیں، اپنی جان دے سکتے ہیں نا۔ اس سے بڑھ کر ہم کیا کر سکتے ہیں لیکن جان بھی خدا کو دے دیں تو وہ بھی تو اسی نے دی تھی۔ اسی کی عطا کو اس کو واپس کریں گے، نئی چیز کیا اپنے پاس سے گھر سے لائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مصرعہ جو مجھے بہت پیارا لگتا ہے بار بار میں اسے پہلے بیان کر چکا ہوں۔ بہت ہی اعلیٰ پائے کا ایک

شعری قلبی مضمون بیان ہوا ہے۔عرض کرتے ہیں کہ:۔

سب کچھ تیری عطا ہے
گھر سے تو کچھ نہ لائے (درثمین صفحہ:۔۔)

جو کچھ نعمتیں تو نے ہمیں بخشی ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جو ہم نے خود بنائی ہو۔سب تیری عطا ہے اگر تیرے حضور واپس کر دیں تو اس کے نتیجے میں ہم تو تجھے کچھ دینے والے نہیں بنیں گے۔پس شکریہ ادا کرنا زبان سے اور بات ہے اور دل سے شکریہ ادا کرنا اور بات ہے۔ جب دل سے شکریہ ادا ہو تو پھر انسان کے اندر تڑپ پیدا ہو جاتی ہے کہ میں شکریے کا حق ادا کرنے کی کوشش کروں۔آپ دیکھیں کہ اللہ ہمیں جو توفیق بخشتا ہے ہم اس کے حضور چندے دیتے ہیں اور اس معاملے میں ساری دنیا میں سب سے نمایاں جماعت احمدیہ ہے۔ساری دنیا کے پردے پر تلاش کر کے دیکھ لیجئے آپ کو احمدیہ جماعت سے بڑھ کر خدا کی راہ میں مالی قربانی کرنے والی کوئی جماعت نہیں ملے گی۔بڑے، چھوٹے، جوان، سارے توفیق کے مطابق کچھ نہ کچھ دیتے ہیں لیکن بعض لوگ جو کچھ زیادہ دینے کی توفیق پاتے ہیں ان کے دماغ میں بعض دفعہ یہ کیڑا پڑ جاتا ہے کہ اچھا جماعت تو ہم پر منحصر ہے۔ہماری قربانیاں ہیں جن کے نتیجے میں جماعت چل رہی ہے اور بعض ایسے لوگوں کا انجام پھر برا ہوتا ہے۔خدا انہیں باہر نکال پھینکتا ہے لیکن وہ لوگ جو عجز کے ساتھ قربانی کرتے ہیں جن کے دل میں شکریہ پیدا ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ سب کچھ خدا کی عطا ہے ہم نے جو کچھ واپس کیا اس کا بہت تھوڑا واپس کیا جو اس نے ہمیں دیا تھا اس لئے ہمارا احسان نہیں ہے خدا کا یہ بھی احسان ہے کہ اس نے ہمیں دیا اور یہ بھی احسان ہے کہ اس میں سے کچھ اس کے حضور پیش کیا۔پس انبیاء اسی لئے شکریے کا حق ادا کرنے کی توفیق مانگتے ہیں۔وہ جانتے ہیں، وہ عارف باللہ ہوتے ہیں ان کو پتا ہے کہ خدا کے احسان بہت زیادہ ہیں۔ان کو پتا ہے کہ خالی زبان سے الحمدللہ کہنا کافی نہیں ہے۔**بدن کو بھی شکریے کے ساتھ خدا کے حضور جھکنا ہوگا۔جذبات کو بھی جھکنا ہوگا۔خدا نے جو کچھ ہمیں عطا کیا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ ہمیں اس کا شکریہ ادا کرنا ہوگا۔**اب اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں ہر نعمت کا شکریہ اس کے رنگ میں ادا ہوا کرتا ہے۔ایک شخص کو اللہ نے علم عطا کیا ہے وہ اپنے علم سے پیسے کما بھی سکتا ہے اور پیسے لگا کر اپنے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچا بھی سکتا ہے۔علم تو وہی ہے جو خدا نے دیا ہے بعض

لوگ اس کو صرف تجارت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔بعض اس علم کو خدا کی خاطر اس کے بندوں پر خرچ کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ تکلیف بھی اٹھاتے ہیں اور خود اپنی جان پر ان کو خرچ کرنا پڑتا ہے تو ان دونوں چیزوں میں دیکھیں کتنا فرق ہے ۔پس قرآن کریم نے جو ہمیں سکھایا وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:۴) کہ جو کچھ ہم ان کو عطا کرتے ہیں۔یا جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے وہ خرچ کرتے چلے جاتے ہیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ نے یہ دعا کی تو آپ کی دعا کے پیچھے بہت بڑا مضمون تھا۔ کیونکہ حضرت سلیمانؑ کو خدا نے بہت کچھ دیا تھا۔اتنی حکمت دی تھی کہ دنیا کے پردے پر کبھی کسی انسان کو اس زمانے میں وہ حکمت نہ ملی اور ساری دنیا میں آپ کی حکمت کی باتیں اس وقت بھی شہرت پا گئیں اور آج تک حضرت سلیمان علیہ السلام کو دنیا عظیم الشان فلسفی حکیم،ایک دانشور ایک دانا انسان کے طور پر جانتی ہے ۔پس حکمتوں کا شکریہ کیسے ادا کریں جب تک حکمتوں کے موتی نہ بکھیریں،جب تک ساری دنیا کو اپنی حکمتوں سے فائدہ نہ پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔پھر بادشاہت وہ عطا کی جس کی کوئی مثال یہودی تاریخ میں نہیں ملتی ،نہ پہلے نہ بعد میں اس زمانے سے آج تک کبھی کسی کو ایسی شاندار دنیاوی بادشاہت نہیں ملی جیسی خدا کے اس پاک نبی کو دنیاوی بادشاہت ملی اور پھر روحانی بادشاہت بھی عطا ہوگئی، نبی بنائے گئے ۔اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے تو یہ ساری باتیں حضرت سلیمانؑ کے ذہن میں تھیں اگر چہ اس سے پہلے آپ کے باپ حضرت داؤدؑ کو بھی نعمتیں ملی تھیں مگر جو شان وشوکت یہود کی سلطنت کو حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں عطا ہوئی ویسی اور کبھی کسی کو عطا نہیں ہوئی ۔اب اس کو دوبارہ پڑھیں تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ کیوں عاجزی کے ساتھ خدا کے حضور گر گر کر منت کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اے خدا تیری نعمتیں تو میری حد سے بڑھ گئی ہیں۔کس طرف دیکھوں جہاں تیری نعمت نہیں۔کس بات پر غور کروں جہاں مجھے تیرے احسان نہ دکھائی دیتے ہوں۔پس تو ہی ہے جو مجھے اپنی اس چھوٹی سی زندگی میں اپنے شکریے کا حق ادا کرنے کی توفیق بخش سکتا ہے۔

ان باتوں کو سوچتے ہوئے اس سارے پس منظر کو دماغ میں رکھتے ہوئے اگر ہم میں سے ہر ایک چھوٹا بڑا خدا کی نعمتوں پر غور کرے اور عاجزانہ طور پر یہ عرض کرے کہ اے خدا! جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے اس پر مجھے توفیق بھی دے کہ میں تیرا سچا شکریہ ادا کروں۔جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اگر

کوئی ڈوبتے کو بچاتا ہے اور بعد میں اس شخص کا کوئی بچہ ڈوب رہا ہو یا اس کا کوئی پیارا مشکل میں ہو تو اس کو دیکھ کر وہ شخص جس کو بچایا گیا ہے وہ آنکھیں پھیر کر چلا جائے تو یہ ناشکری ہوگی۔ یہ ظلم ہوگا۔ اس کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ جب اس کو بچایا گیا تھا تو اس نے بچانے والے کو شکریہ کہہ دیا۔ پس اللہ کو تو ہم نعوذ باللہ کسی شکل میں احسان کا بدلہ براہ راست نہیں دے سکتے۔ وہ تو ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہر چیز کا مالک وہ ہمیں زندگی عطا کرنے والا، ہمیں سب نعمتیں عطا کرنے والا، ہم اس کا شکریہ کس طرح ادا کریں۔ ایک ہی رستہ ہے کہ اس کے رستے پر خرچ کریں۔ ان بندوں پر احسان کریں جو خدا کے بندے ہوں اور ہمیں خدا اس احسان کا موقعہ عطا فرمائے۔

پس اس دعا نے ہمیں حکمت کی بہت کچھ باتیں سکھائی ہیں۔ اب آپ دیکھ لیجئے خدا کے بہت سے بندے تکلیف میں کئی قسم کی مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں ایک سکول دیکھنے گئے تھے جو ایک ڈچ نیک دل انسان نے قائم کیا تھا اور اب بڑھتے بڑھتے کافی ترقی کر گیا ہے۔ اس میں معذور و مجبور بچے ہیں جن کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ جن کو اس قابل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ زندگی میں ایک عزت والا مقام حاصل کر سکیں اور کسی کی محتاجی کے بغیر اپنا گزارا کر سکیں۔ یہ بہت نیکی کا کام ہے۔ جو احمدی ہے اس کے اوپر تو ہر دوسرے سے بڑھ کر یہ فرض ہے کہ وہ خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے ایسے لوگوں پر احسان کرے۔ جب ہم میں سے کسی کے ہاں کوئی معذور بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو ایسا شخص اگر بدقسمت ہو تو بعض دفعہ خدا پر باتیں بنانے لگ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ہی ظلم کرنا تھا اور ساری دنیا رستی بستی ہے اس کو تکلیف نہیں پہنچتی اور مجھے خدا نے چن لیا۔ یہ اس کی جہالت ہے جو کچھ خدا نے دیا ہے اس میں سے تھوڑا سا نہ دینے پر اتنی تکلیف ہو، اتنا جزع فزع اور خدا پر اتنی باتیں بنانا اور یہ نہ دیکھنا کہ اس نے جو دیا ہے وہ بہت زیادہ ہے اور مالک ہے وہ اگر وہ بھی واپس لے لے جو دے چکا ہے تو کسی کا کوئی بس نہیں۔

دوسرے ان باتوں پر غور کرنے سے، اگر وہ سچے دل سے غور کرتا تو اس کو بہت بڑی حکمت سمجھ آ جاتی۔ اللہ تعالیٰ جن کو دیتا ہے ان کی آزمائش بھی کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ جن کو میں نے عطا کیا ہے وہ میرے شکریے کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نہیں۔ خدا تو نعوذ باللہ لولا لنگڑا نہیں ہوسکتا خدا بے نور نہیں ہوسکتا۔ آپ کو آنکھیں عطا ہوئیں تو اگر بے آنکھوں والوں کی خدمت نہ کریں گے تو

خدا کا شکریہ کیسے ادا کریں گے۔ اگر ہاتھ پاؤں عطا ہوئے اور دنیا میں اگر کوئی لولا لنگڑا نہ ہوا اور اس کی خدمت کا آپ کو موقعہ نہ ملے تو کیسے خدا کا شکریہ ادا کریں گے۔

پس دنیا میں آزمائشوں کا جو نظام چل رہا ہے، اگر غور کیا جائے تو دراصل ایک ہی رستہ ہے جس رستے سے خدا کے شکر گزار بندے اپنے رب کا شکریہ ادا کر سکتے ہیں اور یہ جو مضمون ہے یہ ہمیں حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھایا۔ آپؐ نے ہمیں معرفت کی یہ بات سمجھائی ہے کیونکہ ایک موقعہ پر آپؐ نے فرمایا۔ یہ ایک حدیث قدسی ہے یعنی ایک حکایت کے رنگ میں ایک بیان ہے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی بندہ پیش ہوگا تو وہ اسے کہے گا کہ دیکھو میں بھوکا تھا اور بہت تکلیف میں تھا تو نے مجھے روٹی نہ کھلائی اور پھر کہے گا کہ میں بغیر کپڑوں کے تھا، میرے بدن پر گرمی سے بچنے کے لئے اور سردی سے بچنے کے لئے کچھ نہیں تھا تجھے توفیق تھی تو نے میری کچھ خدمت نہ کی، تو نے مجھے کپڑے نہ پہنائے۔ میں بے چھت کے تھا میرا کوئی گھر نہیں تھا اور تجھ سے امید تھی کہ تو مجھے گھر دے گا، مجھے آرام پہنچائے گا لیکن تو نے میری کوئی خدمت نہ کی۔ اس طرح خدا باتیں کر رہا ہوگا اور وہ بار بار احتجاج کرے گا کہ اے میرے مالک اے میرے خدا! تو تو سب کو دینے والا ہے تو نے ہی تو تن ڈھانکے ہیں تو کب بغیر کپڑے کا تھا، تو تو سب کو رزق دینے والا ہے، تو کب بھوکا تھا تو اللہ فرمائے گا دیکھ جب میرا بندہ ننگا تھا اور نہ سردی سے بچ سکتا تھا نہ گرمی سے اس وقت میں ہی ننگا تھا تو اس وقت تو میری مدد کر سکتا تھا یعنی میرے بندے کی مدد کر سکتا تھا جب میرا کوئی غریب بندہ بھوکا تھا اور تو کھانا کھلا سکتا تھا مگر نہیں کھلایا تو گویا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔

جو مضمون میں بیان کر رہا ہوں آپ دیکھ لیں اس کے ساتھ یہ بالکل مطابقت کھا رہا ہے آنحضرت ﷺ اس تمثیل کے ذریعے ہمیں یہ سمجھاتے ہیں کہ تم اگر خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہو تو براہ راست تو ادا کر ہی نہیں سکتے۔ جو کچھ خدا نے تمہیں دیا ہے اس کے غریب بندوں پر احسان کرتے ہوئے اس میں سے کچھ ان کو دو تو اس رنگ میں تم گویا خدا کا شکریہ ادا کر سکتے ہو۔ جتنی زیادہ کسی کو نعمتیں عطا ہوں اتنی ہی زیادہ شکریہ ادا کرنے کی ذمہ داری اس پر بڑھ جاتی ہے، اتنی ہی زیادہ اس کو دعا کرنی پڑے گی اور انبیاء کی دعاؤں نے ہمیں سکھا دیا کہ انبیاء جیسے بڑے مقام پر فائز لوگ بھی اپنی طاقت سے شکریہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اگر انبیاء کو خود یہ طاقت ہوتی کہ اللہ کا شکریہ ادا کر سکیں تو خدا

سے رورو کر دعائیں مانگنے کی اور گریہ وزاری کیا ضرورت تھی کہ اے اللہ! ہمیں شکریہ کا طریقہ سکھا صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء عارف تھے، خدا کی حکمت کے راز سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ اگر خدا نے توفیق نہ دی تو ہم شکر کا حق بھی نہیں ادا کرسکیں گے۔

پس حضرت سلیمانؑ کے منہ سے یہ دعا بہت زیب دیتی ہے کیونکہ آپ پر خدا کے بے انتہاء احسانات تھے۔ پس نہایت عاجزی کے ساتھ جھکتے ہوئے خدا کا خوف کھاتے ہوئے انہوں نے عرض کیا ۔رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ اے میرے رب مجھے توفیق عطا فرما اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرسکوں الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ اس نعمت کا جو تو نے مجھ پر کی اور صرف اسی کا نہیں۔ وَعَلٰى وَالِدَيَّ اور اس نعمت کا بھی مجھ پر شکریہ واجب ہے جو تو نے میرے والدین پر کی۔ اب یاد رکھیں اس دعا نے ہمیں ایک اور بہت گہرا حکمت کا موتی پکڑا دیا۔ بچوں پر فرض ہے کہ اپنے والدین کا شکریہ بھی ادا کریں اور والدین پر جو خدا نے نعمتیں عطا کیں، والدین کی زندگی تھوڑی ہوئی اور وہ ان سب نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کرسکے تو یہ اولاد پر قرض ہو گیا اور وہ والدین بھی جو خدا کے نیک بندے تھے اور انہوں نے خدا کا شکر کرتے ہوئے زندگی گزاری ان کی اولاد کو بھی یہ احساس ہونا چاہئے کہ ہم پر ہمارے ماں باپ کا احسان ہے ہم اس احسان کا صرف اس رنگ میں بدلہ اتار سکتے ہیں کہ جو نیک کام وہ کیا کرتے تھے ان نیک کاموں کو ہم بھی کریں۔ جو خدا نے ان پر احسان کئے تھے ان احسانات کا شکریہ ہم ان کی طرف سے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کریں۔ تو کتنا عظیم الشان نبی تھا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام، کتنی گہری معرفت اور حکمت کی باتیں کرنے والے تھے۔ آپ کی دعائیں بھی گہری حکمت پر مبنی تھیں۔ پس شکریہ اپنا ہی نہیں بلکہ اپنے والدین کا بھی ادا کرنے کا خیال آ گیا اور کہا وَعَلٰى وَالِدَيَّ اور اپنے والدین کا بھی شکریہ ادا کروں اور کس طرح شکریہ ادا کروں؟ زبان سے! نہیں نہیں عرض کرتے ہیں وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ ایک ہی طریق ہے تیرا شکریہ ادا کرنے کا کہ نیک اعمال بجالاؤں۔ ایسے اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند آ جائیں۔

پس شکریہ ادا کرنے کا ایک اور طریق ہمیں سمجھا دیا کہ شکریہ ادا اس لئے کیا جاتا ہے کہ دوسرا خوش ہو اور اللہ تعالیٰ تو زبانی باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تو نیک اعمال سے خوش ہوتا ہے۔ پس

خدا سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا مجھے ایسے نیک اعمال ادا کرنے کی توفیق بخش کہ جن پر تیری نگاہیں پڑیں تو تو خوش ہو جائے کہ دیکھو میرا بندہ سلیمان کیسے اچھے کام کر رہا ہے۔ کیسے نیک کاموں میں مصروف ہے اور مجھے خوش کرنا چاہتا ہے حضرت سلیمان عرض کرتے ہیں کہ اس رنگ میں تو مجھے دیکھے کہ تیری رضا کی نظریں مجھ پر پڑ رہی ہوں۔ آپ کا کوئی بچہ آپ کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہو اور آپ کی مرضی کا کام کرے اور پھر بار بار دیکھے کہ آپ خوش ہوئے ہیں کہ نہیں اور آپ کے چہرے پر مسرت کے آثار دیکھے، خوشی کے آثار دیکھے، مسکراہٹ دیکھے، آنکھ میں پیار دیکھے تو اس کو کیسا مزا آئے گا پس حضرت سلیمان یہی عرض کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اے خدا توفیق بخش کہ میں نیک کام کروں اور ایسے کام جن کو تو پسند کرتا ہو اور تیرے پیار کی نگاہیں مجھ پر پڑ رہی ہوں۔ اور پھر میں کہوں کہ ہاں اب میں نے تیرا شکریہ ادا کیا ہے۔ جس طرح تو نے مجھے راضی کیا میں نے بھی تجھے راضی کر دیا۔ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ اور مجھے اپنی خاص رحمت سے اپنے صالح بندوں میں داخل فرما لے۔ ایسے بندوں میں جن کے متعلق تو یہ گواہی دیتا ہے کہ وہ صالح زندگی گزارنے والے تھے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں اور قرآن کریم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبی سب سے اونچی نعمت اس کے بعد صدیق، اس کے بعد شہید۔ اس کے بعد صالح، اور وہ سمجھتے ہیں صالح سب سے ادنیٰ درجہ ہے اس لئے نبیوں سے نیچے کا مقام ہے لیکن یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی صالح نہیں ہوتا۔ یا نبی شہید نہیں ہوتا، یا نبی صدیق نہیں ہوتا۔ بلکہ نبی کے اندر بیک وقت یہ سارے عہدے شامل ہوتے ہیں، یہ سارے مرتبے اس کو اکٹھے نصیب ہوتے ہیں۔ جو صرف صالح ہو وہ اوپر کا درجہ نہیں رکھتا جو اوپر کا درجہ رکھتا ہو یعنی شہید ہو، وہ صالح بھی ہوتا ہے۔ پس انبیاء جانتے ہیں کہ انہیں ہمیشہ صالح رہنا پڑے گا اور اس لئے وہ عاجزی کے ساتھ خدا کے حضور یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ ہم تیری نظر میں صالح رہیں اور نہ ہم سے ایسے اعمال سرزد ہوں کہ تیرے ہاں ہم غیر صالح لکھے جائیں۔

حضرت سلیمانؑ ایک ایسے نبی ہیں جن پر یہود نے یعنی اس قوم نے جس پر حضرت سلیمانؑ کے سب سے زیادہ احسان ہیں سب سے زیادہ ظلم کئے ہیں آج تک کسی احسان مند نے اپنے محسن کے خلاف ایسی ناشکری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ جتنا یہود نے حضرت سلیمانؑ کے متعلق ناشکری کا مظاہرہ کیا ہے۔ آپ بائبل میں یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ نہ صرف یہ کہ حضرت سلیمانؑ کو نبی تسلیم نہیں کیا

جاتا اور صرف بادشاہ مانا جاتا ہے بلکہ ایسے گندے کردار کا بادشاہ مانا جاتا ہے کہ اس کو پڑھ کر آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔اگر نعوذ باللہ من ذالك یہ خدا کا شکر گزار بندہ ہے تو پھر دنیا سے امن وامان اٹھ جائے۔دنیا میں کوئی نیکی باقی نہ رہے۔

یہ قرآن کریم کا احسان ہے کہ اس نے بائیبل کے گزشتہ انبیاء کے تقدس کو دنیا کے سامنے دوبارہ قائم کیا ہے۔یہ قرآن کریم کا احسان ہے کہ اس نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ کو ایسے پاکباز خدا ترس بزرگ انسانوں کے طور پر پیش کیا ہے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی اعلیٰ ترین نعمت عطا فرمائی۔ورنہ بائبل کی رو سے اور یہود کے قصوں کی رو سے تو حضرت سلیمان علیہ السلام ایک نہایت ہی خوفناک قسم کے بدکردار انسان (نعوذ باللہ من ذلك) بنتے ہیں۔اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ عیسائی عام طور پر قرآن کریم پر جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن کریم نے تو بائبل کی نقل اتاری ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی،جو پرانی بائبل کی باتیں ہیں وہ آپ نے یہودیوں اور عیسائیوں سے سنی ہیں اور انہی قصوں کو قرآن کریم میں لے لیا ہے۔اگر یہ بات درست ہوتی تو قرآن کریم میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ کا ذکر نبی کے طور پر نہ ملتا اور حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا ذکر اتنے پیار کے ساتھ اور محبت کے ساتھ نہ ملتا۔ایسے مقدس اور بزرگ انسانوں کے طور پر نہ ملتا بلکہ بائبل کی نقل ماری ہوتی تو قرآن کریم ان کے ذکر سے بھی گھن کرتا،اور کہتا دیکھو نعوذ باللہ من ذالك کیسے گندے لوگ تھے۔

پس قرآن کریم نے حضرت سلیمان کو جو ہمارے سامنے پیش کیا ہے تو ایک بہت ہی عظیم الشان اور بزرگ نبی کے طور پر پیش کیا ہے جو احسان مند اور ہر لمحہ خدا کا شکر یہ ادا کرنے والا تھا اور بنی نوع انسان کو ان نعمتوں سے حصہ دینے والا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی تھیں۔اس کے مقابل پر آپ جب بائبل پر غور کرتے ہیں اور بائبل کے جو محققین ہیں ان کی رائے دیکھتے ہیں تو آپ حیران ہو جاتے ہیں کہ کس طرح بعض قومیں ظالم ہو کر اپنے پاک انبیاء پر کیسے کیسے بہتان تراشنے لگتی ہیں۔ایک یہودی تاریخ کا مصنف حضرت سلیمانؑ کے متعلق لکھتا ہے کہ یہود حضرت سلیمان کی بادشاہت سے سخت بیزار تھے کیونکہ وہ نہایت گندے کردار کے انسان تھے،نہ صرف گندے کردار کے بلکہ مشرک تھے اور خدا کے ساتھ اپنے کئے ہوئے عہد کو توڑ بیٹھے تھے اور غیر قوموں کی عورتوں کو بیاہ

کر کے لاتے تھے اور پھر ان کے معبودوں کی پرستش کرنے لگ جاتے تھے۔ یہ جو کچھ لکھا ہے یہ بائبل کی نقل کی ہے۔ بائبل میں یہ باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ لیکن آخر پر وہ لکھتا ہے کہ ہاں ایک بات ہے کہ وہ عقلمند ضرور تھے۔ لیکن اس عقل کا کیا فائدہ جوان کے کام نہ آسکے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے یہود میں یہ حکایت مشہور تھی اور یہ بات بار بار کہی جاتی تھی کہ:۔

Soloman was the wisest man on earth yet see how foolishly he lived. کہ سلیمانؑ دنیا کا سب سے زیادہ عقل والا انسان تھا لیکن دیکھو دیکھو وہ خود کتنی بیوقوفی کی زندگی گزار کر چلا گیا۔ تو ایسی ظالم قوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے اوپر ایسے ایسے بہتان باندھے ہیں جو ایک عام انسان پر بھی باندھتے ہوئے خدا کا خوف کھانا چاہئے اور آپ کے کردار کو ہر طرح سے داغدار بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

میں نے اس پر تحقیق کی، غور کیا، کچھ بائبل کے متعلقہ حصوں کا مطالعہ کیا تو مجھے یہ راز سمجھ آیا ہے کہ کیوں انہوں نے ایسا کیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر معمولی انصاف کرنے والے انسان تھے۔ ایسا منصف نبی اور بادشاہ یہود کی تاریخ میں آپ کو شاید ہی کوئی اور دکھائی دے بلکہ بے مثل ہیں اس معاملہ میں چنانچہ آپ نے غیر قوموں کو یہ حق عطا کیا کہ مذہبی اختلاف رکھتے ہوئے اپنے خدا کی اس طرح پرستش کریں جس طرح یہود کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے خدا کی پرستش کریں۔ یعنی جس کو خدا سمجھتے ہیں اس کی پرستش کریں۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں ان غیر قوموں کو مذہبی آزادی کا حق ملا ہے۔ جو اس سے پہلے اس حق سے محروم تھیں اور بہت وسیع حکومت تھی آپ کی، وہاں حقیقت میں اکثریت تو غیر قوموں کی تھی اور اسرائیل کو خدا نے اگرچہ بادشاہت عطا کی تھی مگر اسرائیلی ایک اقلیت میں تھے۔ Minority میں تھے تو کتنا ظلم ہوتا کہ ایک اقلیت کے مذہب کو تو کھلی چھٹی ہوتی کہ جو چاہے کرے لیکن ملک کی اکثریت کو اس خدا کی پرستش کا حق نہ ہوتا جس کو وہ خدا سمجھ رہے ہیں تو حضرت سلیمانؑ کا انصاف تھا جو یہودیوں کو چبھتا تھا اور تکلیف دیتا تھا۔

حضرت سلیمانؑ وہ نبی ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے تصور کو یہود تک محدود نہیں رہنے دیا اور تمام بنی نوع انسان کے لئے خدا کے تصور کو عام کر کے پیش کیا جس طرح کہ ہم سورۂ فاتحہ میں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ پڑھتے ہیں اگر آپ سلاطین نمبر (۱)، باب (۸) کا مطالعہ کریں (جس

کو انگریزی میں king:2 کہا جاتا ہے۔یعنی سلاطین) تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہیکل سلیمانی تعمیر فرمایا اور اس کی تکمیل کی آخری تقریبات ہو رہی تھیں اور جشن منایا جارہا تھا تو اس وقت آپ نے ایک عظیم الشان تقریر۔ہیکل سلیمانی کے مقاصد کے اوپر کی اور وہ تقریر اپنے مضمون کے لحاظ سے اس سے ملتی جلتی ہے جو خانہ کعبہ کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی۔اگر چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر یعنی ان کی دعائیں بہت جامع مانع ہیں اور اس سلسلے میں آپ کے ملفوظات بہت جامع مانع ہیں لیکن حضرت سلیمانؑ کی اس تقریر میں اس کی جھلکیاں نظر آتی ہیں یہود کے ایک نبی کیلئے کیسی عجیب بات ہے کہ وہ وہاں اعلان کر رہے ہیں کہ اے خدا یہ ہیکل سلیمانی صرف یہود کے لئے محدود نہ رہے اے خدا! اس ہیکل میں جو دعائیں مانگی جائیں وہ اس صورت میں بھی قبول فرما کہ یہود وہ دعائیں مانگ رہے ہوں، اسرائیلی وہ دعائیں مانگ رہے ہوں اور اس صورت میں بھی قبول فرما کہ دنیا کے دور کے کناروں سے آنے والے وہ لوگ جن کا ہمارے مذہب سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے وہ بھی یہاں آکر دعائیں مانگیں تو توان کو بھی قبول فرمالے۔حضرت سلیمانؑ یہ کہتے ہیں کہ ’’وہ خدا جو اسرائیل کا خدا ہے وہی کل عالم کا خدا ہے‘‘۔گویا وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ وہی خدا ہے جو صرف اس عالم کا نہیں بلکہ تمام جہانوں کا رب ہے۔دیکھیں سورۂ فاتحہ کے مضمون کا ایک حصہ حضرت سلیمانؑ کو بھی عطا ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا گویا یہ ترجمہ ہے۔کہتے ہیں تمام جہانوں کا وہ رب ہے۔وہ یہود کے لئے کس طرح محدود ہو جائے گا۔پس وہ خدا سے دعائیں کرتے چلے جا رہے ہیں اور سارے یہود بڑے بڑے بزرگ، نیک، بد، چھوٹے بڑے اکٹھے ہوئے تھے اور سارے ان کے ساتھ آمین کہتے تھے اور اس دعا میں شامل تھے کہ اے خدا تو اس گھر کو عام کر دے اس کے فیض کو عام کر دے۔سارے بنی نوع انسان جو بھی یہاں حاضر ہوں وہ تیری رحمتوں کا فیض پائیں اور واپس جا کر اپنی اپنی قوموں میں اعلان کریں کہ ہم نے ایک ایسے خدا کے گھر کا پتا پایا ہے جس کا فیض ساری دنیا پر عام ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔جو سب سے زیادہ طاقتور ہے تو یہ حضرت سلیمانؑ کی پیاری باتیں تھیں جو یہودی علماء کو تکلیف دیتی تھیں۔وہ متعصب علماء جنہوں نے خدا کو اپنے گھر کی ملکیت بنالیا تھا وہ سمجھتے تھے کہ نیکی سوائے اسرائیل کے باہر ہو ہی نہیں سکتی وہ کس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو برداشت کرتے۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک اور چیز جو یہود کو تکلیف دیتی تھی وہ بھی انصاف کا ایک اور پہلو ہے حضرت سلیمانؑ نے بہت عظیم الشان تعمیرات کرائیں۔ آپ کو علم ہے کہ آپ کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے کہ آپ کو خدا نے ہواؤں سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشی اور وہ سفر جو آپ سے پہلے ایک مہینے کی مشقت سے کیا جاتا تھا وہ صبح اور شام میں طے ہو جایا کرتا تھا تو حضرت سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے بہت علم عطا کیا، بہت ہی عظیم الشان ایجادات کی توفیق بخشی اور بہت سی اصلاحات کی توفیق بخشی۔ اس ضمن میں قوم کی تعمیر کا جو پروگرام تھا اس میں آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ساری آبادی جو بالغ مرد ہیں، جن میں کام کرنے کی طاقت ہے وہ بلا امتیاز اپنے وقت کا تیسرا حصہ الٰہی کاموں پر یا قومی کاموں پر خرچ کرے گویا کہ ایک قسم کا قومی وقف کا اعلان تھا اور تیسرے حصے سے پتا چلتا ہے کہ یہ روایت یا رسم ہمارے ہاں چلی آتی ہے کہ تیسرے حصے سے زیادہ خدا کو نہیں دینا یعنی خدا خود پسند نہیں فرماتا کہ تم اپنے بال بچوں کا حق مار لو بلکہ یہ اجازت دیتا ہے کہ تیسرے حصے تک اپنے مال کو خدا کی راہ میں قربان کر و تو یہ رسم کوئی نئی نہیں۔ بہت پرانی چلی آرہی ہے۔ حضرت سلیمانؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت کی بات سمجھائی کہ اسی طرح خدمتیں لو کہ جن لوگوں کو خدمت پر مقرر کرو ان کے وقت کے تین حصوں میں سے دو حصے ان کے ہوں گے اور ایک حصہ قوم کا ہوگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے یہ رواج تھا کہ یہود کو اس خدمت سے مستثنیٰ سمجھا جاتا تھا۔ وہ سمجھتے تھے ہم حاکم قوم ہیں جس طرح ڈچ یہاں حکومت کرتے تھے تو خود ویسے محنت کے کام نہیں کرتے تھے۔ جیسے آپ لوگوں سے لیتے تھے یا افریقہ کے ان لوگوں سے لیتے تھے جن کو وہ پکڑ کر یہاں لانے والے تھے۔ وہ آپ بادشاہ بن کر پھرتے تھے انگریز یہی سلوک ہندوستانیوں سے کیا کرتے تھے۔ افریقنوں سے کیا کرتے تھے تو ابتداء سے یہی رواج چلا آرہا تھا کہ یہود چونکہ ایک فاتح قوم ہے اس لئے یہود خود محنت کے کام نہیں کریں گے اور جو قومیں مغلوب ہو چکی ہیں صرف ان سے ان کے وقت کا ۳/۱ حصہ لیا جائے گا۔ لیکن حضرت سلیمانؑ کا یہ عظیم الشان انصاف ہے کہ آپ نے پہلی مرتبہ اس قانون کو تبدیل کیا اور کہا کہ یہود بھی اسی طرح وقت پیش کریں گے جس طرح غیر قومیں پیش کریں گی اور اس ملک میں اپنے اور غیر کا کوئی فرق نہیں رہے گا۔ انصاف چلے گا اور کامل انصاف چلے گا۔ کتنا عظیم الشان نبی تھا۔ کیسے انقلابی فیصلے کرنے والا تھا ایسا محسن اعظم! اور اس کا بدلہ یہود نے اس ناپاک طریق پر دیا کہ ان باتوں سے چڑ

کر آپ پر گندے حملے کئے۔ آپ نے کیونکہ غیروں کو عبادت کا حق دے دیا اس لئے یہ کہنے لگ گئے کہ یہ مشرک تھا اور یہ خود غیر قوموں کی عبادت کیا کرتا تھا۔ وجہ یہ بیان کی کہ بے شمار غیر قوموں کی عورتوں سے اس نے بیاہ کئے اور بیان یہ کیا جاتا ہے کہ ۷۰۰ بیویاں کیں اور وہ بھی کافی نہ سمجھیں، اس کے علاوہ ۳۰۰ لونڈیاں بھی گھر میں رکھ لیں تو گویا ایک ہزار بیویاں حضرت سلیمانؑ کی بیان کی جا رہی ہیں حالانکہ یہ ایک ایسی جاہلانہ بات ہے جسے انسان قبول ہی نہیں کرسکتا۔ نہایت ناپاک قصے بنا بنا کر ان کی طرف منسوب کئے اور پھر یہ کہا کہ یہ ساری بیویاں غیر قوموں کی تھیں یا بھاری اکثریت ان کی تھی اس لئے ان بیویوں کو خوش کرنے کے لئے ان کے خداؤں کی عبادت کرنے لگ گیا اور ان کے حضور سجدے کرنے لگ گیا اور ان کے معبد بنانے لگ گیا۔

پس قومیں جب وقت کے نبی کی مخالفت کرتی ہیں تو اس طرح ان پر ناپاک حملے کرتی ہیں۔ ہم بھی ایک ایسے زمانے سے گزر رہے ہیں جہاں ہمارے سامنے ثبوت کی تاریخ بن رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آقا محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع فرمان نبی ہیں۔ آزاد نبی نہیں ہیں مگر امتی نبی ضرور ہیں۔ آپ تحریرات پڑھ کر دیکھیں کہیں بھی آپ نے امتی نبوت کا انکار نہیں کیا۔ امام مہدی ہونا اور امتی نبی ہونا ایک ہی چیز کے دونام ہیں۔ پس آپ پر بھی اسی طرح ناپاک حملے کئے جارہے ہیں۔ آپ غیر احمدی مخالفین کا لٹریچر پڑھ کر دیکھ لیں آپ حیران رہ جائیں گے کہ کیسے گندے ناپاک حملے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کے خلفاء پر آپ کے صحابہؓ پر یہ لوگ کرتے چلے جا رہے ہیں گویا ہم اس تاریخ کو اپنی آنکھوں کے سامنے بنتا دیکھ رہے ہیں جس تاریخ کا ذکر قرآن کریم میں محفوظ ہے اور جس کے تفصیلی تذکرے ہمیں بائبل میں ملتے ہیں۔

پس حضرت سلیمانؑ کی اس ایک دعا پر ہی آپ غور کر کے دیکھ لیں آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ مؤحد ہی نہیں بلکہ ایک بہت پائے کے عارف باللہ مؤحد تھے۔ آپ کو شرک سے دور کا بھی علاقہ نہیں تھا۔ آپ احسان فراموش نہیں تھے بلکہ احسان کو بے انتہاء محسوس کرنے والے تھے اور خود لوگوں کے محسن تھے اور اس کے باوجود عجز اتنا تھا کہ سمجھتے تھے کہ میں احسان کا حق ادا نہیں کرسکا اور اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ پوچھتے تھے کہ مجھے شکریہ ادا کرنے کی راہیں سکھلا۔

پس آج کے اس خطبہ میں چونکہ دیر ہو چکی ہے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور آئندہ انشاء اللہ باقی

دعاؤں کا تذکرہ جس ملک میں بھی وہ خطبہ ہوگا وہاں سے پیش کروں گا۔ آپ سے میں توقع رکھتا ہوں کہ آپ اپنی نسلوں کو خطبات باقاعدہ سنوایا کریں یا پڑھایا کریں یا سمجھایا کریں کیونکہ خلیفہ وقت کے یہ خطبات جو اس دور میں دیئے جارہے ہیں یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والی نئی ایجادات کے سہارے بیک وقت ساری دنیا میں پھیل رہے ہیں اور ساری دنیا کی جماعتیں ان کو براہ راست سنتی اور فائدہ اٹھاتی اور ایک قوم بن رہی ہیں اور امت واحدہ بنانے کے سامان پیدا ہو رہے ہیں اس لئے خواہ وہ فجی کے احمدی ہوں یا سرینام کے احمدی ہوں، ماریشس کے ہوں یا چین جاپان کے ہوں، روس کے ہوں یا امریکہ کے، سب اگر خلیفہ وقت کی نصیحتوں کو براہ راست سنیں گے تو سب کی تربیت ایک رنگ میں ہوگی۔ وہ سارے ایک قوم بن جائیں گے خواہ ظاہری طور پر ان کی قوموں کا فرق ہی کیوں نہ ہو۔ ان کے رنگ چہروں کے لحاظ سے جلدوں کے لحاظ سے الگ الگ ہوں گے مگر دل کا ایک ہی رنگ ہوگا۔ ان کے حلیے اپنے ناک نقشے کے لحاظ سے تو الگ الگ ہوں گے لیکن روح کا حلیہ ایک ہی ہوگا۔ وہ ایسے روحانی وجود بنیں گے جو خدا کی نگاہ میں مقبول ٹھہریں گے کیونکہ وہ قرآن کریم کی روشنی میں تربیت پا رہے ہوں گے اور قرآن کے نور سے حصہ لے رہے ہوں گے۔

آپ کے ہاں سرینام میں مجھے تربیت کے لحاظ سے بہت سے خطرات دکھائی دیتے ہیں یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں افریقن مزاج جو ناچ گانے اور کھلے معاشقے اور شراب نوشی کا مزاج ہے۔ کثرت کے ساتھ پھیل رہا ہے اور یہ معاشرہ غالب آرہا ہے۔ یہاں بے پردگی صرف بے پردگی نہیں بلکہ اس سے زیادہ بے حیائی میں بھی تبدیل ہو چکی ہے۔ یہاں فیشن ایسے ہیں جو کھلم کھلا عورت کی ایسی نمائش کرنے والے ہیں جن سے انسان کی طبیعت پر بوجھ پڑتا ہے اور طبیعت میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ ایسی جگہ پر رہتے ہوئے احمدی ماں باپ کو اپنی بچیوں کی فکر کرنی چاہئے۔ اپنی نوجوان نسلوں کی فکر کرنی چاہئے اور ایسے آزاد معاشرے میں جب تک شروع سے ان کی صحیح تربیت نہیں کریں گے اس وقت تک ان کے اخلاق کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ کچھ دیر تک یہ آپ کے بچے رہیں گے پھر یہ معاشرے کے بچے بن جائیں گے۔ پھر یہ اس قوم کے بچے ہو جائیں گے۔ آپ کا سرمایہ دوسرے کے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔ جبکہ یہ وہ دولت ہے جو خدا نے آپ کو عطا کی ہے۔ سب سے بڑی دولت اولاد کی دولت ہے۔ اگر ساری عمر کی کمائی آپ ایک ہی دن گنوا بیٹھیں تو کتنا دکھ محسوس

کرتے ہیں لیکن یادرکھیں اولاد کی دولت سے بڑھ کر دنیا کی اور کوئی دولت نہیں ہے۔ اگر اولاد ہاتھ سے نکل جائے تو گویا ساری عمر کی کمائی ہاتھ سے گئی۔ پس اس کی فکر کریں اور اس ضمن میں آپ کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ اگر آپ باقاعدگی کے ساتھ خطبات کو خود بھی سنیں اور اپنے بچوں کو بھی سمجھائیں تو چونکہ ان میں قرآن کریم کا ذکر چلتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اخلاق حسنہ کا ذکر چلتا ہے اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے نصیحتیں پیش کی جاتی ہیں اس لئے تربیت کا ایک بہت ہی اچھا ذریعہ ہے اور آپ کی نئی نسل کو قرآن اور دین اور محمد رسول اللہ ﷺ اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان خطبات کے وسیلے سے انشاء اللہ ایک گہرا ذاتی تعلق پیدا ہو جائے گا اور جب خدا سے تعلق پیدا ہو جائے تو پھر دنیا والے اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ کیسا ہی گندا معاشرہ ہو لیکن جس کا اللہ سے تعلق ہو جائے وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

پس اس سے فائدہ اٹھائیں اور آج خدا نے آپ کو توفیق بخشی ہے کہ سرینام کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی بندے کا خلیفہ براہ راست آج آپ سے جمعہ کے دن مخاطب ہے اور یہ جو تاریخی واقعہ ہے یہ ایک ہی دفعہ ہونا تھا اور ایک ہی دفعہ ہو چکا۔ اب یہ دھرایا نہیں جاسکتا۔ خلفاء انشاء اللہ آئندہ بھی آئیں گے۔ تقریریں بھی کریں گے خطبے بھی دیں گے مگر پہلی دفعہ پہلی دفعہ ہی رہتی ہے دہرانے سے وہ دوسری پہلی مرتبہ تو نہیں ہوسکتی۔ تو آپ خوش نصیب ہیں کہ اس تاریخی موقعہ کے گواہ بن گئے ہیں۔ اس کا شکر ادا کرنا بھی تو ضروری ہے۔ **پس حضرت سلیمانؑ کی طرح خدا سے دعا مانگیں اور اس بات کا شکر آپ اس طرح ادا کر سکتے ہیں کہ اپنی اولاد کو خطبات سنانے کا انتظام کریں اور انہی الفاظ میں سنائیں خلاصوں پر راضی نہ ہوں۔** عام طور پر یہ رواج مربیوں مبلغوں میں دیکھا جاتا ہے کہ محنت سے جی چراتے ہوئے بجائے اس کے کہ وہ سارے خطبہ کا ترجمہ کر کے پیش کریں، اپنی طرف سے وہ اپنے کام کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں اور اردو میں ایک محاورہ ہے ٹرخانہ تو وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح جماعت کو بھی ٹرخا دیا۔ خلیفہ وقت کو بھی ٹرخا دیا اور یہ لکھ دیا کہ ہم نے آپ کے خطبہ کا مضمون عمدگی سے پیش کر دیا۔ یہ کافی نہیں ہے۔ ہر شخص کو خدا تعالیٰ نے بات کرنے کا اپنا ایک طریق سکھایا ہے ہر شخص خواہ وہ وہی مضمون بیان کر رہا ہو الگ اثر رکھتا ہے اس لئے اصل طریق یہ ہے کہ اگر آپ میں سے کسی کو اردو سمجھ نہ آئے تو مربی سلسلہ پورے خطبہ کا ترجمہ اس زبان میں

کرے جو زبان آپ کو سمجھ آتی ہے اور وہ ایک ہفتے کے اندر اندر بآسانی ایسا کر سکتا ہے جہاں تک انگریزی، فرنچ، جرمن کا تعلق ہے اس کا پہلے ہی انتظام ہے۔ دنیا کی بہت تھوڑی جگہیں ایسی ہیں جہاں یہ زبانیں نہ سمجھ آ رہی ہوں۔ ہاں عربی کا بھی انتظام ہے تو عربی، انگریزی، جرمن، فرنچ، اردو تو ہے ہی ان سب میں سے پہلے سے انتظام ہے۔ صرف وہاں مربیوں کو یا آپ کو محنت کرنی پڑے گی جہاں چند علاقوں میں یہ زبانیں نہیں سمجھی جاتیں تو اس پر توجہ کریں اور اس رنگ میں آپ **شکریہ کا حق ادا کرنے والے ہوں گے کہ اپنی اولادوں کو ہمیشہ خطبات سے جوڑ دیں اگر آپ یہ کریں گے تو ان پر بہت بڑا احسان کریں گے۔ اپنی آئندہ نسلوں کے ایمان کی حفاظت کرنے والے ہوں گے ان کو غیروں کے حملوں سے بچانے والے ہوں گے ان کے اخلاق کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔** پس اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے اور خدا تعالیٰ آپ کی جماعت کو بہت ترقی دے میں نے یہاں آکر دیکھا ہے کہ سرینام کی جماعت میں اللہ کے فضل سے بہت اخلاص کا مادہ ہے یہاں اخلاص کی کان ہے لیکن اگر کانوں کو کھودا نہ جائے ان سے قیمتی جواہر نکالے نہ جائیں تو کیا فائدہ؟ وہ مٹی میں ملی رہتی ہیں آپ لوگوں کے اندر خدا نے اخلاص کا وہ مادہ عطا کیا ہے کہ اگر مبلغ یا مربی اور آپ کے عہدیدار اس اخلاص کی کان سے فائدہ اٹھائیں اور ان جواہر کو باہر نکالیں تو آپ کے فیض سے سارا علاقہ اللہ کے فضل کے ساتھ اسلام اور احمدیت کے نور سے بھر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔